بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آل عمران

(۵)

(گزشتہ سے پیوستہ)

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ، وَالْمَلٰٓئِكَةُ، وَاُولُوا الْعِلْمِ، قَآئِمًا بِالْقِسْطِ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾

اللہ نے، اُس کے فرشتوں نے، اور (اِس دنیا میں) علم حقیقی کے سب حاملین نے گواہی دی ہے[۳۱] کہ اُس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، وہ انصاف پر قائم ہے[۳۲]، اُس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، زبردست ہے، بڑی

[۳۱] یعنی اللہ کی وحدانیت اور اُس کا قائم بالقسط ہونا ایک ایسی حقیقت ہے کہ اللہ جو اس عالم کے تمام حقائق کا علم رکھتا ہے، جس کے سامنے تمام موجودات بے حجاب ہیں، جس کی نگاہوں سے زمین و آسمان کی کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے، وہ خود بھی اسی کی شہادت دیتا ہے؛ اس کے فرشتے بھی جو اس کی سلطنت کو دیکھتے اور اس میں اس کے احکام کی تنفیذ کرتے ہیں، یہی کہتے ہیں؛ اور انسانوں میں سے وہ سب لوگ بھی اسی کی گواہی دیتے ہیں جنھیں حقائق کا علم دیا گیا اور انھوں نے اس علم کو اپنی خواہشات، جذبات اور تعصّبات کی آلایشوں سے پاک رکھنے کا اہتمام کیا ہے۔

[۳۲] اصل میں 'قائماً بالقسط' کے الفاظ آئے ہیں۔ ان میں 'قائماً'، ہمارے نزدیک 'لا الٰہ الا ھو' میں 'ھو' سے حال موکدہ ہے اور اس میں عامل جملے کا مفہوم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے ساتھ یہ اس کے قائم بالقسط ہونے کی شہادت، اگر غور کیجیے تو اسلام کے ایمانیات میں بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم جس طرح یہ مانتے

اِنَّ الـدِّيْنَ عِنْدَاللّٰهِ الْاِسْلَامُ، وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْ بَعْدِمَا جَآءَ هُمُ الْعِلْمُ، بَغْيًا بَيْنَهُمْ، وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ

حکمت والا ہے۔[۳۳] ۱۸

(یہ حقیقت ہے تو پھر اِس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ) اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے، (اِس لیے کہ وہی اللہ کو اِس طرح ماننے کی دعوت دیتا ہے)، اور جنھیں کتاب دی گئی، اُنھوں نے تو اللہ کی طرف سے اِس حقیقت کا علم اُن کے پاس آجانے کے بعد محض آپس کے ضدم ضدا کی وجہ سے اِس میں اختلاف کیا ہے۔[۳۴] (یہ صریح انکار ہے)، اور جو اللہ کی آیتوں کے اِس طرح منکر ہوں،

ہیں کہ اللہ یکتا اور یگانہ ہے، اس کی ذات وصفات میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے اور تمام اختیار اور تصرف اصلاً اسی کے ہاتھ میں ہے، اسی طرح یہ بھی مانتے ہیں کہ اپنے اس اختیار و تصرف کو وہ ٹھیک ٹھیک انصاف کے ساتھ استعمال کر رہا ہے اور ہمیشہ انصاف کے ساتھ ہی استعمال کرے گا۔ یہ دنیا چونکہ امتحان کے لیے بنائی گئی ہے، اس لیے اس کے تقاضے سے ظلم و عدوان اور عدم توازن کو اس میں بڑی حد تک گوارا کیا جاتا ہے۔ تاہم اس سے کسی کو غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے۔ یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے طبعی قوانین جس طرح اٹل ہیں، اس کے اخلاقی قوانین بھی اسی طرح اٹل اور بے لاگ ہیں۔ اس حقیقت پر لوگوں کو متنبہ رکھنے کے لیے، اللہ تعالیٰ اپنی دینونت اس دنیا میں وقتاً فوقتاً برپا کرتا رہتا ہے۔ پہلے یہ رسولوں کے ذریعے سے برپا ہوتی تھی، پھر ذریت ابراہیم کے ذریعے سے برپا ہوئی اور اب گزشتہ کئی صدیوں سے انھی کے ذریعے سے برپا ہے۔ اس کو دیکھ کر کوئی صاحب بصیرت اس بات میں شک نہیں کر سکتا کہ فرداً فرداً تمام انسانوں کے لیے بھی یہ ایک دن اسی طرح برپا ہو جائے گی۔

[۳۳] لہٰذا وہ اپنی دینونت لازماً برپا کرے گا۔ یہ اس کی عزت اور حکمت، دونوں کا تقاضا ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ یا تو وہ بے بس ہے یا محض ایک کھلنڈرا ہے جس نے یہ دنیا کھیل تماشے کے لیے بنا دی ہے۔

[۳۴] مطلب یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کا دین بھی یہی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں اور رسولوں پر ابتدا سے یہی دین اتارا۔ اس سے الگ کوئی دین اس نے کسی کو نہیں دیا۔ یہودیت اور نصرانیت کے نام سے جو دین اس وقت موجود ہیں، یہ ان کے ماننے والوں نے اصل دین میں محض ضدم ضدا کی وجہ سے بہت سے اختلاف پیدا کر کے کھڑے کر لیے ہیں۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

الۡحِسَابِ ﴿۱۹﴾ فَاِنۡ حَآجُّوۡكَ فَقُلۡ: اَسۡلَمۡتُ وَجۡهِیَ لِلّٰهِ، وَمَنِ اتَّبَعَنِ، وَقُلۡ

(اُنھیں معلوم ہونا چاہیے کہ) اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ چنانچہ وہ اگر تم سے جھگڑیں تو کہہ دو کہ میں نے اور میرے پیرووں نے تو اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دیا ہے[۳۵]۔ اور اہل کتاب سے

[۳۵] اصل میں 'اسلمت وجھی للّٰہ' کے الفاظ آئے ہیں۔ ان میں چہرہ حوالے کرنا، درحقیقت اپنی ذات کو اللہ کے حوالے کرنے کی تعبیر ہے۔ استاذ امام امین احسن اصلاحی نے اس کی وضاحت اپنی تفسیر ''تدبر قرآن'' میں اس طرح فرمائی ہے:

''چہرہ انسان کی ذات کا سب سے اعلیٰ واشرف حصہ ہے۔ جب سب سے اعلیٰ واشرف حصہ حوالے کر دیا تو گویا سب کچھ حوالے کر دیا۔ یہ اسی طرح کی تعبیر ہے، جس طرح ہم کسی کی اطاعت کی تعبیر کے لیے سر جھکانا بولتے ہیں۔ اس تعبیر میں غایت درجہ تذلل و نیازمندی اور سپردگی پائی جاتی ہے۔ موقع دلیل ہے کہ یہاں یہ اسلوب اصلاً تو اسلام لانے کے مفہوم کو ادا کرنے کے لیے استعمال ہوا ہے، لیکن ساتھ ہی اس سے اسلام کی اصل روح بھی واضح ہوگئی ہے تاکہ دین داری کے ان مدعیوں کو، جو اسلام کی مخالفت میں بحث وجدال کے لیے آستینیں چڑھائے ہوئے تھے، تنبیہ ہو کہ وہ کس چیز کے خلاف یہ زور دکھا رہے ہیں۔'' (۲/ ۵۳)

[۳۶] امی اس شخص کو کہتے ہیں جو مدرسی اور کتابی تعلیم وتعلم سے ناواقف ہو۔ یہ لفظ بنی اسمٰعیل کے لیے ان کے لقب کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

''اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ مدرسی اور رسمی تعلیم وکتابت سے ناآشنا اپنی بدویانہ سادگی پر قائم تھے اور اس طرح بنی اسرائیل کے بالمقابل، جو حامل کتاب تھے، امیت ان کے لیے ایک امتیازی علامت تھی۔ ہوسکتا ہے کہ عربوں کے لیے اس کے استعمال کا آغاز اہل کتاب سے ہی ہوا ہو، اس لیے کہ حضرت اسمٰعیل اور ان کی ذریت کی بدویت وامیت کا ذکر تورات میں بھی ہے، لیکن یہ بات بالکل واضح ہے کہ اس لفظ کے استعمال میں عربوں کے لیے تحقیر کا کوئی پہلو نہیں تھا۔ چنانچہ قرآن نے اس لفظ کو عربوں کے لیے ان کو اہل کتاب سے محض ممیز کرنے کے لیے استعمال کیا ہے۔ اسی پہلو سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے 'نبی امی' کا لقب استعمال ہوا ہے۔ اس میں تورات کی پیشین گوئیوں کی ایک تلمیح بھی ہے۔ عرب خود بھی اس لفظ کو اپنے لیے استعمال کرتے تھے، جو اس بات کا نہایت واضح ثبوت ہے کہ وہ اس میں اپنے لیے تحقیر کا کوئی پہلو نہیں پاتے تھے۔ بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی قوم کے لیے یہ لفظ استعمال فرمایا ہے۔ مثلاً وہ حدیث جس میں ارشاد ہوا ہے: 'نحن امة امیة'۔ بعض جگہ اگر یہ لفظ تحقیر کے طور پر استعمال ہوا ہے تو وہاں اس کا مفہوم محض

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

لِّلَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ وَالۡاُمِّيّٖنَ : ءَاَسۡلَمۡتُمۡ ؟ فَاِنۡ اَسۡلَمُوۡا فَقَدِاهۡتَدَوۡا، وَاِنۡ تَوَلَّوۡافَاِنَّمَا عَلَيۡكَ الۡبَلٰغُ ، وَاللّٰهُ بَصِيۡرٌۢ بِالۡعِبَادِ.﴿۲۰﴾

اور (بنی اسمٰعیل کے) اِن امیوں[۳۶] سے پوچھو کہ کیا تم بھی اسی طرح اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کرتے ہو؟ پھر اگر کریں تو راستہ پا گئے اور اگر منہ موڑیں تو تم پر صرف پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے۔ اپنے بندوں کو تو اللہ خود دیکھنے والا ہے[۳۷]۔ ۱۹۔۲۰

لغوی ہے، اصطلاحی نہیں، مثلاً 'منهم اميون لايعلمون'[oo]۔ اس سے مراد یہود کے ان پڑھ عوام ہیں۔''

(تدبر قرآن ۲/ ۵۳)

[۳۷] یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تسلی ہے کہ اگر یہ لوگ تمھاری دعوت قبول نہیں کرتے اور اپنی حماقتوں ہی میں مبتلا رہنا چاہتے ہیں تو انھیں ان کے حال پر چھوڑ و اور مطمئن رہو کہ ان کا فیصلہ اب اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ ان کے ہر قول و فعل کو دیکھ رہا ہے، اور ہر ایک کے ساتھ وہی معاملہ کرے گا جس کا وہ مستحق ہوگا۔

[باقی]

---

o بخاری، رقم ۱۹۱۳۔ مسلم، رقم ۱۰۸۵۔

oo البقرہ ۲: ۷۸۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com